

ہمیشہ لطف دیتی ہے۔ دوم سارے شعر کے الفاظ ایسے دست و گریبان

ہیں کہ معلوم ہوتا ہے، پہلے ہی فکر میں دونوں مصرعے نکل آئے۔

۲۔ شرح : جب میری آنکھوں سے خون بہنے کا سلسلہ جاری ہے تو

یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کہ غمزہ خوریز کی کھٹک کی کیا کیفیت ہے۔ جب

اس کیفیت کی گواہی سامنے موجود ہے تو پوچھنے کا کیا مطلب؟ یہ سب کچھ تو

میری خون نشانی دیکھ کر معلوم کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ شرح : دوست احباب میرے مرجانے کے بعد کون سی خصوصیت

یاد کر کے مجھے روئیں گے؟ اور تو مجھ میں کوئی خصوصیت ہے نہیں، صرف ایک

چیز ہے اور وہ یہ کہ دیوانگی اور پریشانی میں وقتاً فوقتاً الٹی سیدھی باتیں

کرتا تھا، جن میں نہ کوئی ترتیب تھی اور نہ ان کا کوئی ٹھکانا تھا۔

عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی مرجائے تو عزیز اور دوست مرنے والے

کے نمایاں وصف یاد کر کے روتے ہیں اور تعزیت کی مجلس میں انھیں اوصاف

کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ شاعر نے یہاں اپنی سب سے بڑی خصوصیت آشفٹہ بیانی

قرار دی۔

۴۔ لغات - بیدا : صحرا، جنگل، بیابان۔

شرح : میں خیال کے بیابان میں از خود رفتہ ہو چکا ہوں، یعنی اپنے

آپ کو گم کر بیٹھا ہوں۔ میرا پتا نشان صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ احباب مجھے

بھول جائیں۔

۵۔ لغات - متقابل : متضاد، بالمقابل، باہم مقابلہ کرنے والا۔

شرح : مقابل سے یہاں مراد محبوب ہے، رُک جانے سے مراد ہے

چُپ ہو جانا، خفا ہو جانا۔ روانی، لطیفہ گوئی، ہزلہ سنجی۔

خود مرزا غالب نے عبدالرزاق شاکر کو اس شعر کی شرح یوں لکھی ہے :

”تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا؟ نور و ظلمت، شادی و غم، راحت و تکلیف“